مشرقی پاکستان کے صوفیائے کرام

چہل غازی

وفاراشدی ایم اے

چہل غازی کسی ایک بزرگ کا نام نہیں بلکہ ان چالیس صوفیائے کرام کا تذکرہ ہے جو سرزمین مشرقی پاکستان میں بغداد جیسے دُور افتادہ مقام سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر تشریف لائے تھے۔ عرب، ایران اور عراق سے جو بزرگانِ دین بنگال میں وارد ہوئے ان میں 'چہل غازی' کی جماعت بھی قابلِ ذکر ہے۔ ابتداء میں ارض پاک کا یہ مشرقی حصہ ہندومت اور بدھ مت کے زیر اثر تھا۔ سنہ ۷۰۰ء سے سنہ ۱۱۸۰ء تک بدھ مذہب کے پیرو دھرم پال اور سین راجاؤں کی حکومت کے بعد یہاں مسلمانوں نے قدم جمائے۔ سنہ ۱۱۹۹ء میں اختیار الدین محمد بختیار خلجی[1] نے سین خاندان کے آخری حکمران لکشمن کی راجدھانی پر قبضہ کیا۔ سنہ ۱۲۰۲ء تک نہ صرف بنگال اس کے زیرنگیں آگیا بلکہ دُور دُور تک شجرِ اسلام کی جڑیں مضبوط ہوگئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلطان قطب الدین ایبک[2] (جس کا عہد حکومت سنہ ۱۲۰۶ء سے سنہ ۱۲۱۰ء تک ہے) سارے ہندوستان کا بادشاہ بن چکا تھا۔

---

[1]، [2] تاریخ پاکستان و ہند از سید عبدالقادر ص ۳۳۶ — ص ۳۴۲

بختیار خلجی نے اپنے دور میں بنگالہ میں دانشوروں، عالموں اور درویشوں کی بہت ہمت افزائی کی، اس زمانے میں فضا ایسی تھی کہ دور دور تک اللہ اور اس کے رسول کا نام لیوا نظر نہ آتا تھا۔ اکّے دکّے مسلمان کسی گاؤں قصبے میں ہوتے تو ہندو اُنہیں ہر طرح پریشان کرتے طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے۔ غرض یہ کہ ان کا جینا حرام کر دیتے۔ ایسے ہمت شکن ماحول اور کفر و الحاد کی فضا میں آفتابِ توحید طلوع ہوا اور اسلامی تہذیب و تمدن کی کرنیں پھوٹیں صوفیائے کرام نے عوام میں اسلامی رجحانات اور دینی میلانات پیدا کئے۔ خصوصًا دیناج پور[1] اور اس کے نواحی علاقوں میں جن اللہ والوں نے تصوف کے درس دیئے، اللہ کی تعلیمات اور رسول صلعم کے پیغامات کو عام کیا، ان میں سید نفیس الدین شاہ، مہیش پیر، مولانا عطا کے علاوہ 'چہل غازی' کی جماعت کا خاص حصّہ ہے۔

'چہل غازی' نے حضرتِ قطب الدین بختیار کاکی رح (۱۱۸۶-۱۲۳۷ء) سے بیعت کی تھی۔ آپ اپنے وقت کے ایک بلند پایہ صوفی اور صاحب عرفان تھے۔ بختیار کاکی رح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح (۱۱۴۳-۱۲۳۶ء) جیسے شاہِ حقیقت اور سلطان طریقت کے خلیفہ تھے[2] یہ وہی خواجہ اجمیری ہیں جن کے فیوض و کرامات سے برصغیر پاک و ہند کا چپّہ چپّہ فیضیاب ہے اور جن کی درگاہ مبارک لاکھوں زائرین کیلئے مرکز زیارت و منبع فیض ہے۔ حضرت بختیار کاکی رح کے لاتعداد مرید اور عقیدت تھے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سلطان التمش بھی ان کے خاص ارادتمند تھے۔ 'چہل غازی' نے حضرت بختیار کاکی سے رشد و ہدایت حاصل کی اور جب وہ اسرار و رموز سے واقف ہوگئے اور اُن کا باطن تجلیات الٰہیہ و تعلیمات دینی سے منوّر ہوگیا تو حضرت بختیار کاکی رح نے ہدایت فرمائی:

"بنگال جاؤ: وہاں اللہ کے دین اور رسول صلعم کے پیغام کو عام کرو۔"

مُرشد کی ہدایت پر چالیس صوفیائے کرام کا ایک گروہ بنگال کیلئے روانہ ہوا۔ مختلف

---

[1] پوربو پاکستانیر صوفی سادھوک (بنگلہ نسخہ) از ڈاکٹر غلام ثقلین۔

[2] بنگلہ ماہ نو ڈھاکہ۔

علاقوں سے گزرتے ہوئے یہ قافلہ صوبۂ بہار کے ایک مقام 'مونگیر شریف' میں خیمہ زن ہوا۔ حضرت شیخ زین الدین سہیل رح میر کارواں تھے۔ اس کے بعد بزرگانِ دین کی یہ جماعت بنگال پہنچی اور دیناج پور میں قیام پذیر ہوئی۔ ۱۲۳۶ء میں ان کے پیر سالک حضرت بختیار کاکی رح کا وصال ہوا۔ 'چہل غازی' ان کی وفات کے بعد بنگال پہنچے۔ دیناج پور راجہ گوپال کے زیر اقتدار تھا۔ راجہ دیناج پور سے تین میل کے فاصلے پر گوپال گنج میں رہتا تھا۔ گوپال گنج بت پرستی کا گہوارہ تھا۔ وہاں کا شاندار مندر آج بھی اس بات کی نشان دہی کرتا ہے۔ رعایا راجہ کے ظلم و تشدد سے عاجز آچکی تھی، ان کی زندگی تنگ تھی۔ ہر فرقے کے ہندو زبوں حالی کا شکار تھے۔ 'چہل غازی' کا ورودِ مسعود نہ صرف دیناج پور بلکہ گوپال گنج کے باشندوں کیلئے بھی نیک فال ثابت ہوا۔ اسلام میں ذات پات، فرقہ پرستی کا کوئی سوال نہ تھا۔ انسانی حقوق برابر تھے۔ مساوات، رواداری، تقویٰ اور نیکیاں ایسی چیزیں تھیں جن سے 'ہندو' متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حضرت شیخ زین الدین سہیل بغدادی رح اور ان کے ساتھیوں کے حسنِ اخلاق، غیر معمولی اخلاص اور موثر باتوں نے عوام کے دلوں پر اس درجہ اثر کیا کہ لوگ جوق در جوق بت پرستی کے بجائے خدا پرستی کی طرف مائل ہونے لگے۔ ان حالات میں راجہ بوکھلا اٹھا اور طیش میں آکر اپنے وزیر 'بل رام' کو سپاہیوں کے ساتھ بھیجا کہ 'چہل غازی' کو گرفتار کرکے لے آئیں تاکہ انہیں سزا دی جائے اور اشاعت اسلام سے باز رکھا جائے

'بل رام' چہل غازی کے آستانے پر پہنچا اور غضب ناک لہجے میں بولا،

"ہم تمہیں گرفتار کرنے آتے ہیں"

حضرت زین الدین سہیل رح نے نہایت اطمینان سے نرم لہجے میں کہا:

فقیروں کے پاس کیا لینے آئے ہو ہمارے پاس اللہ کے نام کے سوا کچھ نہیں۔
یہ زمین، یہ آسمان سب کچھ اللہ کا ہے۔ جس نے اللہ کو اپنا لیا ہے، اس کے
دل میں کسی کا خوف غالب نہیں ہو سکتا۔"

پھر آپ نے قراءت کے ساتھ قرآن کی ایک آیت پڑھکر سنائی۔ آپ کا انداز اس قدر مؤثر اور دلپذیر تھا کہ 'بل رام' بہت متاثر ہوا، حضرت سہیل رح کے قدموں پر گر پڑا اور ...

مشرف بہ اسلام ہوا ۔ اس نے حضرت سہیل رح سے بیعت کی ۔ راجہ کی ملازمت ترک کرکے حلقۂ ارباب تصوف میں شامل ہوگیا ۔ پھر اللہ کی عبادت اور رسول ص کے اتباع میں اس قدر محو ہوگیا کہ اس کے دم سے اس علاقے میں اسلام دُور دُور تک پھیل گیا ۔ یہ وہی بل رام ہیں جو بعد میں "گھوڑا پیر" کے نام سے مشہور ہوئے ۔ ان کے رشد و ہدایت کا سلسلہ مدتوں جاری رہا ۔ ان کا مزار 'چہل غازی' کے مقبرے کے احاطے میں زیارت گاہ خلائق ہے ۔

راجہ گوپال نے وزیر 'بل رام' کو درویشوں کی گرفتاری کیلئے روانہ کیا تھا لیکن اس نے بت فروشی پر بت شکنی کو ترجیح دی اور اسلام قبول کیا ۔ راجہ نے اسے اپنی توہین محسوس کی ۔ بھاری لشکر لے کر چہل غازی پر ٹوٹ پڑا ۔ چہل غازی کی جماعت نے حضرت سہیل بغدادی کی سرکردگی میں راجے کا مقابلہ کیا لیکن اللہ کے حکم سے شہید ہوئے ۔

یہ چالیسؓ مشائخ کبار شہر دیناج پور سے تین میل شمال کی جانب ویران و سنسان میدان میں آسودہ ہیں ، جس احاطے میں وہ مدفون ہیں وہ احاطہ "مزار چہل غازی" کے نام سے مشہور ہے ۔ بظاہر ایک ہی لمبی قبر نظر آتی ہے لیکن اس کی لمبائی اکاون ۵۱ ہاتھ یعنی ۷۵ فٹ اور چوڑائی ایک ہاتھ ہے ۔

اس احاطۂ "مزار چہل غازی" سے متصل ایک مسجد ہے ۔ اس مسجد کے آس پاس بھی کچھ قبریں ہیں جن میں بعض پختہ اور بعض کچی ہیں ۔ اس مسجد کے محراب پر جو الفاظ عربی میں کندہ ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے ۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اے ایمان والو ! اللہ تمہارا مددگار ہے ۔ وہ بڑا کارساز اور رحیم و کریم ہے ۔ سلطان محمود کے بیٹے ابوالمجاہد کرباک شہیر کے دور میں یہ مسجد تعمیر ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ اس کے تخت و تاج کی حفاظت کرے وزیر اقرار خان کے حکم سے اس کے ایک امیر نصرت خان نے اس مسجد کی مرمت کرائی اور اس میں نقش و نگار بنواکر اس کی خوبصورتی کو دوبالا کیا ۔ مزاروں کی تعمیر و مرمت بھی وہ برابر اپنی نگرانی میں کرواتا رہا ۔"
یکم دسمبر ۱۴۶۰ء مطابق ۱۶ صفر ۸۶۵ھ ۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ مذکورہ بالا مسجد میں چالیس مقتدائے دین عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے، مسجد پر رونق رہتی تھی، اذان سے ساری فضا گونج اٹھتی تھی۔ ان کی شہادت کے بعد احاطۂ مزارِ چہل غازی' زیارت گاہِ خاص وعام تھا۔ ہر طرف روشنی نظر آتی تھی لیکن آج ان کے مزار پر کوئی چراغ نہیں جلتا۔ مسجد ویران پڑی ہے۔ نہ اذان کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ نہ کوئی نمازی دکھائی دیتا ہے۔ مسجد کے در ودیوار اب کھنڈر کی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ مسجد کے آس پاس کے مقبرے بھی نیست ونابود ہو چکے ہیں۔ صرف 'چہل غازی' کی پینتیس ۳۵ فٹ لمبی قبر ابھی باقی ہے۔ جو اُن کی شجاعت اسلام دوستی اور توحید پرستی کی نشان دہی کر رہی ہے۔

حضرت شاہ جلال یمنی سلہٹی

سلہٹ میں حضرت شاہ جلال کی آمد کی داستان بڑی دلچسپ اور روحانیت سے پُر ہے۔ آج سے چھ سو سال پہلے جب حضرت شاہ جلال سلہٹ تشریف لائے، اس وقت اسلام کا نام لیوا بندۂ خدا برہان الدین نامی ایک شخص تھا، جو وہاں کے راجہ گوڑگوبند کے ظلم وستم کا شکار تھا۔ روایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ برہان الدین کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا، اس نے اس کی ولادت کی خوشی میں ایک گائے ذبح کی۔ راجہ نے اس کے لختِ جگر کو اُس کے سامنے ذبح کر دیا۔ اور برہان الدین کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا۔ جب یہ خبر علاء الدین خلجی تک پہنچی تو اس نے راجہ کو سزا دینے کے لئے فوج بھیجی، لیکن وہ کامیاب نہ ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مہم حضرت جلال کے ہاتھوں سر ہوئی۔ حضرت نے حکومت سپہ سالار کو سونپی، اور خود یادِ الٰہی میں لگ گئے۔